۸۸/۲۲۵، ۲۲۶

۳/۵/۳۰ھ
۱۲ ـــ و

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

بعض مدارس میں داخلہ فارم پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ "تا قیام مدرسہ میری طرف سے صدر مدرسہ/مہتمم کو یا وہ جس کو اجازت دے، اس کا اختیار ہوگا۔ کہ زکوٰۃ وغیرہ کی رقم یا اشیاء وصول کر کے طلباء کی ضروریات طعام و قیام و تعلیم وغیرہ میں حسب صوابدید خرچ کریں یا مدرسہ پر وقف کریں، لہٰذا میں بطیب خاطر صدر مدرسہ/مہتمم یا ناظم مدرسہ کو جملہ امور میں اپنا وکیل مقرر کرتا ہوں"۔

پھر اس تحریر کو پڑھ کر طالب العلم دستخط کرتا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ

۱۔ آیا اس طرح سے کسی کو وکیل مقرر کرنا شرعاً درست ہے؟ چاہے طیب خاطر ہو یا نہ ہو؟ جبکہ طالب علم کو داخلہ کی مجبوری کی وجہ سے دستخط کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ اگر وکیل مقرر کرنا درست ہے، تو اس صورت میں مؤکل نے جو رقوم وصول کی ہیں، اس طالب علم کی غیر موجودگی میں دوسرے طلباء پر یا مصارف مدرسہ پر خرچ کرنا درست ہے؟ کیونکہ عام طور پر طلباء مدرسہ تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ کیا اس طرح وکیل مقرر کرنے کے بعد بھی حیلہ تملیک کی ضرورت ہے؟

۴۔ کیا طالب علم وکیل مقرر کرنے کے بعد، مؤکل سے اپنے لیے وصول کی گئی رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے؟ اور کیا اس صورت میں صدر مدرسہ/مہتمم کو طالب علم کو مطالبہ پر رقم دینی پڑے گی؟ اور اگر دینی پڑ جائے تو کس حساب سے وہ ادا کریں گے؟

مندرجہ امور کا جواب تشفی بخش اور دلائل کی روشنی میں مرحمت فرمائیں۔

المستفتی، محمد عثمان

(جواب ورق کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں)

Scanned by CamScanner

جامعہ فاروقیہ ... دار الافتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

۱۔۔۔ اس طرح وکیل مقرر کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، نیز یہ بھی واضح رہے کہ جب کوئی طالب علم کسی مدرسے میں داخلہ لینے کے لئے جاتا ہے تو دلالۃً اس میں طیبِ خاطر ہوتی ہی ہے۔

۲۔۔۔ جب طالب العلم نے اپنی جانب سے کلیۃً اس کو اختیار دے دیا تو پھر دوسرے طلبہ پر خرچ ہو یا مصارفِ مدرسہ میں خرچ ہو۔ اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں۔

۳۔۔۔ مذکورہ وکالت کا طریقہ اختیار کرنے کے بعد حیلہ تملیک کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ اس میں مہتمم کا مقصود بدرجۂ اتم موجود ہے۔

۴۔۔۔ جب طالب العلم نے ایک مرتبہ اپنی طرف سے اس کو وکیل مقرر کر دیا اور سارے تصرفات کا اختیار دے دیا نیز وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے، پھر قبضہ کرلینے کے بعد وکیل اس رقم کو وقف کر دیتا ہے، لہٰذا اس کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا۔

لما فی اعلاء السنن: فکل عقد لا یحتاج الوکیل فیہ إلی إضافتہ إلی المؤکل ویکتفی فیہ بالإضافۃ إلی نفسہ فحقوقہ راجعۃ إلی الوکیل، کالبیاعات والأشربۃ والإجارات والصلح الذی ھو فی معنی البیع، فیکون الوکیل فی حقوقہا کالمالک، والمالک کالأجنبی، حتی لا یملک المؤکل مطالبۃ المشتری من الوکیل بالثمن، ولو طالبہ فأبی لا یجبر علی تسلیم الثمن إلیہ، ولو أمرہ الوکیل ۔۔۔ الخ

(کتاب الوکالۃ، باب الوکالۃ فی البیع والشراء والنکاح وغیرھا ۱۵/۳۱۴، ط: ادارۃ القرآن)

وفی الرد مع الدر: وھو خاص وعام کأنت وکیلی فی کل شیء ۔۔۔ الخ

قولہ (کأنت وکیلی فی کل شیء) ۔۔۔ ولو قال: أنت وکیلی فی کل شیء جائز أمرک یصیر وکیلا فی جمیع التصرفات المالیۃ کبیع وشراء وھبۃ وصدقۃ ۔۔۔

ثم قال: وفی البزازیۃ: أنت وکیلی فی کل شیء جائز أمرک یملک الحفظ والبیع والشراء ویملک الھبۃ والصدقۃ حتی إذا أنفق علی نفسہ من ذلک المال جاز حتی یعلم خلافہ من قصد المؤکل ۔۔۔ الخ

(کتاب الوکالۃ، ۸/۲۷۵، ط: دار المعرفۃ)

وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی (کتاب الوکالۃ، ۳/۲۶۴، ط: دار المعرفۃ)

وکذا فی البحر الرائق (کتاب الوکالۃ، ۷/۲۳۶، ط: رشیدیہ)

(۔۔۔۔ جاری ہے)

Scanned by CamScanner

وفي منحة الخالق: قوله: (لا البلوغ والحرية) قال الرملي: اي فيصح توكيل الصبي الذي يعقل والعبد في النكاح والطلاق والخلع .... وكل ما يعتقده الموكل بنفسه فافهم.

(كتاب الوكالة. ٧/٢٣٧، ط: رشيديه) فقط

والله تعالى أعلم بالصواب

كتبه محمد سرفراز نهال

المتخصص في الفقه الاسلامي

بالجامعة الفاروقية بكراتشي

٢٢ / ٥ / ١٤٣٠ھ

دار الإفتاء
جامعة فاروقية

الجواب صحيح

٢٧/٥/٣٠ھ